لسان العرب کا تعارفی و تحقیقی مطالعہ

عمیر رئیس الدین*
سنبل انصار**

Abstract

The dictionaries have played a vital role in understating and preserving any language. Arabic is a Semitic language; it has a large, deep and rich history. The Arabs have always tried to keep the Arabic language safe, but all these efforts were verbal, they did not have a tradition of writing in pre Islamic era. After the Islam they focused on writing and began the writing activities such as: exegesis of Quranic verses, Hadith and explanation of some difficult words used in Quranic verses.

In the 2nd century, the first initial stage of Arabic dictionary writing began with the efforts of Al-Khalil, who is considered as a founder of Arabic dictionary writing. After that, language scholars created a great work in promotion of Arabic dictionary. Of these scholars Ibn Manzoor who sacrificed his life for the preserving Arabic language through his writing and research. And his valuable and great benefit book (Lisan-al-Arab) which is considered one of the most important source on said subject. In this Paper, we have presented an introductory and detailed study of his said book, So that Urdu readers can benefit from this scholarly investment.

***KEYWORDS**: Lisan al-Arab, Ibn Manzoor, Semitic language, Arabic dictionaries*

* ڈاکٹر عمیر رئیس الدین، لیکچرار، جامعہ سندھ مدرستہ الاسلام، کراچی۔
* ڈاکٹر سنبل انصار، اسسٹنٹ پروفیسر، جامعہ سندھ مدرستہ الاسلام، کراچی۔

ابتدائیہ

لغت نویسی زبان کو محفوظ رکھنے کا ایک اہم ذریعہ ہوتی ہے۔فنِ لغت نویسی کی تاریخ صدیوں پر محیط ہے۔ تاریخی شواہد کے مطابق اس سلسلے کی پہلی کتاب سنسکرت کے قواعد پر پانینی [1] نے چوتھی صدی قبل مسیح میں واضح مذہبی مقاصد کے پیش نظر لکھی۔اس کتاب میں سنسکرت کے صوتی وصرفی ونحوی نظام کونہایت خوش اسلوبی سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب اس بات پر بھی شاہد ہے کہ اہل یونان اور رومی لسانیات سے آگاہ تھے لیکن ان کے ہاں باقاعدہ کوئی کتاب نہیں تھی۔ [2]عربوں میں چونکہ لکھنے کا رواج نہیں تھا اس لیے اُنھوں نے اس فن پر کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ عربوں کا کتابت سے براہ راست رشتہ نزول قرآن کی وجہ سے اُستوار ہوا۔ آپ ﷺ نے کاتبینِ وحی کے ذریعے قرآن مجید کی کتابت کا اہتمام کروایا۔ تاہم ابتداء میں یہ کتابت وحی الٰہی کے ساتھ مخصوص رہی۔ صحابہؓ کرام کو جب کسی لفظ کے معانی و تشریح کی ضرورت پڑتی تو وہ براہ راست آپ ﷺ سے دریافت کرلیا کرتے تھے۔یعنی ہم کہہ سکتے ہیں کہ عہد نبوی ﷺ میں لغت نویسی کا سلسلہ بالمشافہ جاری رہا۔خلفائے راشدین کے دور میں بھی یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔ البتہ بعض صحابہ کرامؓ نے قرآن وحدیث میں وارد شدہ مشکل وغریب الفاظ کی تشریح و وضاحت کو لکھنا شروع کردیا لیکن اس کا دائرہ کار بہت محدود تھا۔ اس کو عربی لغت نویسی کی ابتدائی کاوشوں سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ ان ابتدائی کوششوں میں سب سے نمایاں نام حضرت ابن عباسؓ کا آتا ہے جو خود ماہر لسانیات تھے آپ نے سب سے پہلے کلام عرب کی مدد سے قرآن مجید کے غریب الفاظ کی وضاحت وتفسیر پیش کی۔ آپ کی طرف "غریب القرآن " نامی کتاب منسوب ہے لیکن مؤرخین کا اس کی نسبت میں اختلاف ہے۔ بہر حال اس فن کی باقاعدہ نشوونما خلیل بن احمد الفراہیدی کے ہاتھوں ہوئی جنھوں نے "کتاب العین" نامی منفرد کتاب تصنیف کی۔ بلاشبہ یہ ایک تخلیقی کاوش تھی۔ جس نے بعد میں آنے والے لغت نگاروں کے لیے باقاعدہ ایک راہ متعین کی۔ خلف الاحمر، الکسائی، ابن درید وغیرہ نے اس کے کام کو آگے بڑھایا اوریوں عربی لغت نویسی میں ایک نئے تدوینی مرحلے کا آغاز ہوگیا۔

ابتدامیں لغت نگاروں نے عربی زبان کے الفاظ کو خالص عرب بدوؤں سے جمع کرنا شروع کیا تاکہ زبان عجمی اثرات اور دخیل الفاظ سے محفوظ ہو سکے۔ یہ سلسلہ تقریباً سوسال پر محیط تھا یعنی پہلی صدی ہجری کے اواخر سے دوسری صدی ہجری کے اختتام تک۔ یہی دور احادیث، شعروادب کی جمع وتدوین کا بھی ہے۔ مؤرخین اس دور کو تدوینِ لغت کا پہلا مرحلہ شمار کرتے ہیں۔اس دور میں بغیر کسی ترتیب وتنظیم کے صرف اورصرف جمع وتدوین پر زور دیا گیا۔اس دور کی نمایاں کتابوں میں **کتب الغریبین** اور **کتب النوادر** ہیں۔

دوسرے مرحلے میں لغت کی تدوین چھوٹے چھوٹے رسائل کی صورت میں کی گئی۔ لغت نگاروں

نے الفاظ کو معانی وموضوعات اور اضداد کے لحاظ سے جمع کرنا شروع کیا۔بعض نے ثلاثی حروف کی بنیاد پر رسائل مرتب کیے مثلاً: قطرب کی کتاب" **فعل وأفعل**" ، ابراہیم بن السری الزجاج کی" **فعلت وأفعلت** " اسی طرح **کتاب النباتات، کتاب الحشرات، کتاب الإبل، کتاب الخیل، کتاب خلق الأرض** وغیرہ معرض ِوجود میں آئیں۔ (۳)

خلیل بن احمد الفراہیدی کی معرکہ آراتصنیف"**کتاب العین**" لغت نگاروں کے لیے مہمیز ثابت ہوئی جس نے ان کی روحوں کو بیدار کیا،عقلوں کو سیراب کیا،فن لغت نویسی میں ان کی دلچسپی وشوق کو دوام بخشا۔ علمائے لغت نے دیگر علوم کی طرح اس علم کی ترقی وترویج میں بھی اپنا کردار ادا کیا اورنایاب کتب تدوین کیں ہیں۔

مؤرخین نے عربی لغت نویسی کی دوسوسالہ بنیادی تاریخ کو چارنکتہ ہائے فکر میں تقسیم کیاہے۔یعنی دوسری صدی ہجری کے اوائل سے لے کر چوتھی صدی ہجری کے آواخر تک کا عرصہ یا ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ خلیل بن احمد کےدور سے لے کر امام جوہری کے دورتک کا عرصہ جو تقریباً دو سو سال پر محیط ہے۔ اس دور میں میں لغت نویسی بڑے نشیب وفراز سے دوچارہوئی۔نئے تجربات ومشاہدات کی روشنی میں لغت نگاری جدید نکتہ ہائے فکر سے روشناس ہوئی۔لامحالہ ارتقا کی یہ تمام کاوشیں لغت نویسی کے لیے سودمند ثابت ہوئیں۔انھی کی بدولت آج ہمارے سامنے علم لغت اپنے ایک مضبوط ومربوط و ہم آہنگ نظام کے تحت زنداں وجاوداں ہے۔اورعصر حاضر کے تمام تقاضوں کو اپنے اندر سمونے کی طاقت رکھتاہے۔قارئین کی دلچسپی کے لیے ذیل میں ہم ان چار بنیادی نکتہ ہائے فکرکا مختصراً تعارف پیش کررہے ہیں۔

ا۔دبستان خلیل

عربی لغت نویسی کی تاریخ میں یہ پہلا نکتۂ فکر ہے جس نےاس فن کی باقاعدہ داغ بیل ڈالی، یہ خلیل بن احمد الفراہیدی کا مکتب فکر ہے۔جنھوں نے اپنی تخلیقانہ صلاحیتوں کی بدولت ”**کتاب العین**“ نامی کتاب تصنیف کی۔ خلیل نےاپنی کتاب کی ترتیب حروفِ ہجاء پربلحاظ مخارج رکھی ہے۔یعنی جس حرف کا مخرج حلق سے قریب ہو گا وہ پہلے ہو گا مثلاً: ع، ح، ھ، خ، ق،ج، ش، ض، ص،س، ز، ط، د، ت،ث،ذ، ر، ل، ن، ف، ب ،م، و، ا، ي،ء

خلیل نے اپنی کتاب کو چند کتابوں میں تقسیم کیا ہے پھر ہر کتاب کے تحت ابواب قائم کیے ہیں۔ اس گروہ کے نمایاں لغت نگار جنھوں نے خلیل کے منہج کی پیروی کی ہے اُن میں ابو علی القالی(**کتاب البارع**)،الازہری (**تهذيب اللغة**)، صاحب بن عباد(**المحيط**)،ابن سیدہ الاندلسی(**المحكم ,والمسحيط**

الاعظم) وغیرہ شامل ہیں۔[۴]

۲۔دبستان البرمکی

اس دبستان کے بانی ابوالمعالی محمد بن تمیم البرمکی ہیں جنھوں نے لغت نویسی میں مروجہ الفبائی طریقے کو تخلیق کیا۔۔اس طریقہ کے مطابق کلمہ کے پہلے حرف کے ساتھ ساتھ دوسرے اور تیسرے حرف کو بھی پیش نظر رکھا جائے گا۔مثلاً: أ، آ، ابب ابت، ابث، ابد، ابر، ابز، ابس، ابض، ابط، ابغ، ابق، ابل، ابن، ابہ، ابو، ابي

اگرچہ البرمکی نے بذات خود کوئی لغت تصنیف نہیں کی ہے بلکہ اس نے اپنے ایجاد کردہ طریقے کے مطابق جوھری کی صحاح کو از سرِنو مرتب کیاہے۔زمخشری نے **اساس البلاغة** میں مذکورہ طریقے کو ہی اختیار کیاہے لیکن مؤرخین کی رائے کے مطابق اما م البرمکی ہی اس طریقے کے موجدہیں۔دور حاضر کی تمام معاجم وقوامیس اسی منہج پر گامزن ہیں۔امام البرمکی کے علاوہ اس دبستا ن کے مشہور لغت نگاروں میں امام شیبانی(**کتاب الجیم**)،ابن درید(**جمهرة اللغة**)،ابن فارس(**مقاییس اللغة**)،زمخشری(**أساس البلاغة**) سرفہرست ہیں۔[۵]

۳۔دبستان جوہری

اس دبستان کے بانی امام ابو النصر اسماعیل بن حماہ الجوہری ہیں جو" **تاج اللغة وصحاح اللغة** " نامی مشہور لغت کے مصنف ہیں۔امام جوہری نے سابقین کے برخلاف ایک انوکھا اسلوب ایجاد کیا۔جس کے مطابق الفاظ کی ترتیب تو حروف تہجی کے مطابق ہی رکھی گئی ہے۔البتہ ابواب کی ترتیب لفظ کے آخری حرف جبکہ فصول کی ترتیب لفظ کے پہلے حرف کی بنیاد پر رکھی۔مثلاً: اگر **کتب** تلاش کرنا ہو تو کتاب الباء اور فصل الکاف میں دیکھنا ہو گا۔اس طریقے کے پیروکاروں میں سب سے نمایاں ابن منظور صاحب لسان العرب ہیں جن کی کتاب لغت نویسی میں سب سے ضخیم مفصل اورمتداول ہے۔ان کے علاوہ فیروزآبادی کی **القاموس المحیط**، مرتضیٰ الزبیدی کی **تاج العروس من جواهر القاموس** میں بھی اسی طریقے کو اختیار کیاگیاہے۔[۶]

۴۔دبستان ابو عبیدہ

اس دبستان کے خالق ابوعبیدالقاسم بن سلام ہیں۔آپ کی مشہور کتاب "**الغریب المصنف**"ہے۔ یہ لغت نویسی کے ابتدائی دور کی شاہکار ہے۔مصنف نے اس میں معانی وموضوعات کے لحاظ سے عربی مفردات کو مختلف موضوعات کی مناسبت سے الگ الگ کتاب کی صورت میں سلیقے سے جمع کیاہے۔مثال کے طورپر کتاب النساء میں وہ تمام الفاظ جمع کردیے ہیں جوعورتوں سے متعلق تھے۔کتاب الفرح میں خوشی

سے متعلق، کتاب الاطعمۃ میں کھانے سے متعلق الفاظ کو جمع کردیاگیاہے۔بنیادی طور پر یہ مختلف معانی و موضوعات پر لکھے گئے رسائل وکتب کا مجموعہ ہے۔اس طرز پر لکھی گئی کتابوں میں اصمعی کی **کتاب الخیل** ،ابو زید انصاری کی **کتاب المطر**،اِبن السکیت کی **کتاب الألفاظ**، ہمزانی کی **کتاب الألفاظ الکتابیۃ** ، ثعالبی کی **فقه اللغة** اور ابن سیدہ اندلسی کی " **المخصص** "قابل ذکر ہیں۔(۷)

دور جدید کی لغت نویسی کی اصل اور بنیاد تو علمائے سلف کی کاوشوں ہی پر مبنی ہے۔اس سلسلے میں اب تک امام البرمکی کا الف بائی طریقہ ہی رائج ہے۔البتہ بدلتے دور کے ساتھ ساتھ نِت نئے لسانی مسائل و مفردات کااحاطہ دور جدید کے تقاضوں کے مطابق بھرپور ہم آہنگی کے ساتھ کیا جارہاہے۔جس کی وجہ سے دخیل اورمعرب الفاظ بکثرت شامل ہوگئے ہیں۔عصرحاضر کی نمایاں لغات (ڈکشنریاں)میں المنجد،الرائد، المورد، القاموس العصری،الفرائد الدریہ ، القاموس الفرید وغیرہ قابل ذکر ہیں۔موجودہ دورمیں ہر علم ایک نئے ارتقائی مرحلے سے گزر رہاہے۔انفارمیشن ٹیکنالوجی نے اسلوب ووضع اوراستفادے کے طریقۂ کارکو یکسر بدل دیاہے۔قدیم مصادر ومراجع اور ضخیم کتب اب نئے سافٹ ویئر اور موبائل ایپلیکیشن کی صورت میں ہر طالب علم کے زیرِدَست ہیں۔سہولیات اوررسائی کے دستیاب وسائل کی روشنی میں یہ کہا جاسکتاہے کہ قدیم لغت نویسی کے منہج کو ایک نئے سادہ وآسان طریقہ بحث کی صورت میں ڈھال دیاجائے گا۔بہرحال یہ بھی ایک لازمی امر ہے کہ جدیدیت کے ساتھ اپنے قدیم علمی ورثے کا احیاء، اُس کا تعارف ومتقدمین کی کاوشوں کو ہمیشہ سراہاجاناچاہیے۔اسی غرض سے میں نے مذکورہ موضوع کاانتخاب کیاہے۔تاکہ اُردو قارئین اس گراں قدر علمی سرمایہ سے مستفید ہوسکیں۔

مختصر تعارف

ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم الافریقی المصری الانصاری الرویفعی جو ابن منظور کے نام سے معروف ہیں۔ قاہرہ میں ۶۳۰ھ میں پیدا ہوئے آپ کانسب صحابی رسول ﷺ حضرت رویفع بن ثابت کے خاندان سے ملتاہے۔(۸) آپ قرآن مجید کے حافظ ،علوم عربیہ کے ماہر، نحوو صرف کے عالم، لغت اور تاریخ نویسی میں نابغہ روزگار تھے۔ادب وانشاءپردازی میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔

ابن منظور نے ابتدائی تعلیم والد محترم کی سرپرستی میں حاصل کی۔ آپ کاگھرانہ علوم اسلامیہ،ادب،ثقافت و فقاہت کامرکز تھا۔ آپ بچپن سے ہی علمی وادبی مجالس میں شریک رہے۔ دینی تربیت ،علمی ماحول، علماء کی صحبت،والد محترم کی علم وادب سے دلچسپی، مطالعہ کاذوق، غیر معمولی ذہانت وفطانت اور علمی اسفار نے آپ کی صلاحیتوں کو مزید نکھار دیا۔ آپ کے نمایاں اساتذہ میں مرتضی، ابن المقیر، یوسف بن المخیلی اور ابن طفیل قابل ذکرہیں ۔

امام ذہبی اور علامہ سبکی رحمہا اللہ نے بھی آپ سے روایت کیا ہے۔ اس کے علاوہ ابن سعید المغربی، علم الدین البرازیلی، خلیل بن صفدی، قطب الدین ابن المکرم آپ کے نمایاں شاگردوں میں سے ہیں۔[۹]

علمی مشاغل

ابن منظور بچپن سے ہی کتابوں کے شیدائی تھے۔ مطالعہ غور وفکر، درس وتدریس اور تصنیف وتالیف آپ کا مقصدِ حیات تھا۔ آپ نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ "**دیوان الإنشاء** "مصر اور طرابلس میں عہدۂ قضاء کی ذمہ داریوں کو نبھاتے ہوئے گزار دیا اس کے باوجود آپ تصنیف وتالیف سے قطعاً غافل نہیں ہوئے۔ آپ تاریخ نویسی کے انتہائی شوقین تھے۔ ضخیم تاریخی وادبی کتب کو اختصار وجامع انداز میں پیش کرنے میں آپ کو تفوق حاصل تھا۔ بقول خلیل صفدی:

> "ادب اوراس کے علاوہ کسی بھی موضوع کی ضخیم کتاب کو میں نہیں جانتا جس کو ابن منظور نے مختصر نہ کیا ہو۔ مزید فرماتے ہیں: ابن منظور کے بیٹے قطب الدین نے مجھے بتایا کہ ان کے والد نے اپنی لکھائی میں پانچ سو(۵۰۰) کتابیں باقی چھوڑی ہیں۔"[۱۰]

آپ نے جن مشہور کتب کا جامع انداز میں خلاصہ پیش کیا اُن میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں:

۱. **مختار الأغاني في الأخبار والتهاني**: یہ اصفہانی کی مشہور کتاب **کتاب الاغانی** کا خلاصہ ہے۔
۲. **مختصر تاريخ دمشق**: یہ ابن عساکر کی کتاب **تاريخ دمشق** کا خلاصہ ہے۔
۳. **مختصر تاريخ بغداد** : یہ امام سمعانی کی تصنیف **تاريخ بغداد** کا خلاصہ ہے۔
۴. **ذخيرة ابن بسام**: یہ **لطائف الذخيرة في محاسن أهل الجزيرة** کا خلاصہ ہے۔
۵. **مختصر كتاب الحيوان**: یہ جاحظ کی **كتاب الحيوان** کا خلاصہ ہے۔
۶. **مختصر زهر الآداب وثمر الألباب**: یہ امام قیروانی کی کتاب **زهر الآداب** کی تلخیص ہے۔
۷. **مختصر صفوة الصفوة**: یہ امام جوزی کی تصنیف **صفوة الصفوة** کی تلخیص ہے۔
۸. **مختصر العقد الفريد**: اس کا تذکرہ امام ابن حجر رحمہ اللہ نے کیا ہے۔

لسان العرب کا تعارف

ابن منظور کا تصنیف وتالیف میں سب سے اہم کارنامہ "**لسان العرب**" کی تدوین ہے۔ یہ بیس جلدوں پر محیط عربی لغت کا مستند انسائیکلوپیڈیا ہے۔ جس میں مؤلف نے سابقہ مشہور عربی معاجم: جوہری کی **الصحاح**، ابن سیدہ کی **المحکم**، ازہری کی **تہذیب**، ابن بری کی **الحواشی** اور ابن اثیر کی **النهاية** کو جمع کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ الفاظ کی تشریحات میں بیشتر مقامات پر قرآنی آیات، احادیث، آثار صحابہ، محاورات، امثال اور اشعار بھی پیش کیے گئے ہیں۔ معانی الفاظ کی مناسبت

سے صرف ونحو، بلاغت اور فقہ وادب کی مفید معلومات بھی اس میں درج ہیں۔ کم وبیش ۸۰ ہزار الفاظ کی تشریحات ۱۷۰۰ شعراء کے نام، ۴۰ ہزار اشعار اور بہت سی نادر معلومات کا ذخیرہ اس ڈکشنری میں موجود ہے۔

بقول صفدی: اس کتاب کا پہلا نسخہ جسے مصنف نے اپنے خوبصورت قلم سے لکھا تھا مصر کے دفتر انشاء کے مہتمم المقر الاشرف کمالی کی ملکیت میں تھا جو ستائیس حصوں پر مشتمل تھا۔ لیکن یہ حصے مصر سے ۱۳۰۰ھ میں ۲۰ جلدوں میں شائع ہوئے ہیں۔ (۱۱)

کتاب کا آغاز تین صفحات پر مشتمل مقدمے سے کیا گیا ہے۔ جس میں مؤلف نے حمد باری تعالیٰ اور صلوٰۃ وسلام کے بعد عربی زبان کی عظمت اور قرآن مجید کے ساتھ اس کے روابط پر روشنی ڈالی ہے۔ پھر سابقہ معاجم میں سے تہذیب، محکم اور صحاح پر تنقید کرتے ہوئے کتاب کی غرض وغایت اور کتاب کے منہج کی وضاحت کی ہے۔ مقدمہ کے بعد مؤلف نے دو ابواب قائم کیے ہیں۔ پہلے باب میں بعض سورتوں کے آغاز میں آنے والے حروف مقطعات کی تفسیر پیش کی ہے جبکہ دوسرے باب میں لفظ "معجم" کے حروف ومعانی کی خصوصیات، اعراب، تذکیر وتانیث اور جمع کے حوالے سے بحث کی ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ ابن منظور نے ان دونوں ابواب کو سابقہ معاجم ہی سے اخذ کیا ہے۔ پہلا باب انھوں نے ازہری کی تہذیب سے بعض ترمیم واضافے کے ساتھ من وعن نقل کیا ہے۔ جیسا کہ اُنھوں نے مقدمے میں تہذیب پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ازہری نے حروف مقطعات کی تفسیر کتاب کے آخر میں نقل کی ہے۔ جبکہ دوسرا باب ابو الحسن علی بن احمد الحرالی کی کتاب سے نقل کیا گیا ہے۔

وجہ تالیف

ابن منظور سے قبل لغت نویسی میں متعدد کتب تصنیف ہو چکی تھیں۔ جن میں سے ہر ایک کو خاص اہمیت کی حامل ہے۔ بہر حال انسانی تخلیقات میں کمی ونقص کا پایا جانا ایک لازمی امر ہے جس سے بچنا ممکن نہیں۔ ابن منظور نے فن لغت نویسی میں کوئی نئی ایجاد نہیں کی بلکہ سابقین کی معجمات کو ہی جمع کیا ہے۔ لسان العرب کی وجہ تالیف کے بارے میں خود فرماتے ہیں:

> "میں مسلسل علم لغت کی کتابوں کے مطالعے میں مصروف رہا اور ان کی تصانیف کی وجوہات جاننے میں لگا رہا۔ میں نے علمائے لغت کو دو حصوں میں پایا: اگر کسی کی جمع وتدوین اچھی تھی تو اس کی ترتیب اچھی نہیں، اور جس کی ترتیب وتنظیم درست تھی تو اُس کی جمع وتدوین ٹھیک نہیں تھی۔ بُری ترتیب کے ساتھ اچھی جمع وتدوین فائدہ مند نہیں بالکل اسی طرح اچھی جمع وتدوین کے ساتھ بری ترتیب سود مند نہیں۔ مجھے لغت کی کتابوں میں ازہری کی تہذیب اللغۃ سے زیادہ اچھی اور ابن سیدہ کی المحکم سے زیادہ اکمل کوئی کتاب نہیں ملی۔ تحقیقی نقطۂ نظر سے یہ دونوں لغت کی بنیادی کتابوں میں سے ہیں۔ ان دونوں کتابوں کا مطلوب مشکل

اور مصادر خراب ہیں۔ گویا کہ مؤلفین نے لوگوں کے لیے شیریں مصادر مہیا کر کے ان کو اس سے دور کر دیا، ان کے لیے پتھریلی راہ تلاش کی۔ اور اس سے ان کو منع کر دیا۔ ذہن کو ثنائی، مضاعف، اور مقلوب کی بحث میں اُلجھا دیا۔ اور فکر کو لفیف، معتل، رباعی اور خماسی میں غرق کر دیا۔ نتیجتاً مقصد ضائع ہو گیا۔ عوام الناس میں ان دونوں کتابوں کی اہمیت ماند پڑنے لگی اور وہ آہستہ آہستہ اس سے دور ہونے لگے۔ شہروں میں اس کا استعمال متروک و مفقود ہونے لگا۔ اس کا بنیادی سبب بدصورت ترتیب و ابواب اور تفاصیل کا خلط ملط ہو جانا تھا۔ ابونصر اسماعیل بن حماد الجوہری نے اپنی مختصر کو بہت خوبصورت انداز میں ترتیب دیا ہے۔ یہ سہل و آسان ترتیب کی وجہ سے مشہور ہوئی۔"(۱۲)

ابن منظور نے اس کتاب کی تیاری میں لغت کی دو اہم کتابوں پر زیادہ انحصار کیا ہے۔ جن میں سے ایک ابن بری کی "الحواشی" اور دوسری ابن اثیر کی "غریب الحدیث" ہے۔ مؤلف نے ان کتابوں میں وارد شدہ تمام حروف و معانی اور شواہد کو جمع کر دیا ہے۔ جیسا کہ وہ مقدمے میں لکھتے ہیں:

"مجھے اس کتاب کی تخلیق میں کوئی فضیلت حاصل نہیں، اور کوئی ایسا ذریعہ بھی نہیں جس کی وجہ سے میں اس کا متحمل ہوں۔ سوائے اس کے کہ میں نے سابقہ علمی کتابوں میں بکھرے ہوئے مواد کو یکجا کر دیا ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے میں اس آسانی سے مطمئن نہیں تھا۔ طالب علم، علم کا شیدائی ہوتا ہے۔ بس جس نے اس کے صحیح یا غلط یا صحت اور خرابی پر شک وشبہ کیا۔ مگر میں نے اس کو پہلے مصنف سے مربوط کر دیا ہے۔ اُس کے اصل مواد کی تعریف و تذمیم کی ہے جس سے میں نے نقل کیا ہے۔ کیونکہ میں نے مکمل نفسِ مضمون کو نقل کیا ہے اور اس میں کسی بھی چیز کی تبدیلی نہیں کی ہے۔ پس جو بھی میری اس کتاب سے نقل کرتا ہے گویا وہ انھی پانچ اصول سے نقل کر رہا ہے۔ وہ ان ستاروں کی طرف رخ کرنے سے اعراض کرے گا۔ جب تک اُن کا آفتاب دمک رہا ہے وہ غائب رہیں گے۔"(۱۳)

اس کتاب کو لکھنے کا بنیادی مقصد قرآن مجید کی زبان کو محفوظ کرنا بھی تھا جیسا کہ لسان العرب کے مقدمے میں رقم طراز ہیں:

"اس کتاب کو لکھنے کا مقصد اس نبوی زبان کے اصول و فضل کی حفاظت کرنا ہے۔ جو قرآن مجید اور سنت نبویہ کے احکام کا محور ہے۔ کیونکہ کائنات اپنے اسرار و غوامض میں زبان کی نیت کے موافق اور مخالف کو جانتی ہے۔ اس لیے جب میں نے دیکھا کہ اس برتن میں غیر مقبول لہجہ غالب ہے اور عربی تلفظ عیب دار اور غیر مقبول ہو گیا ہے۔ اور لوگ عجمی زبان میں سُر اور تال گھڑنے میں مسابقت کر رہے ہیں۔ اور غیر عربی زبان میں فصاحت کا اظہار کر رہے ہیں۔ تو میں نے اس کتاب کو معاصرین کی زبان کے بغیر جمع کرنا شروع کیا جبکہ وہ وہ اپنی زبان پر فخر کر رہے تھے۔ میں نے اس کو اس طرح وضع کیا جیسا کہ حضرت نوح

علیہ السلام نے کشتی کو بنایا جبکہ قوم اُن کے ساتھ تمسخر کر رہی تھی. میں نے اس کو لسان العرب کے نام سے موسوم کیا۔ میں اللہ تعالیٰ سے اُمید کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب کی قدر و منزلت کو بلند کرے۔ اور اس کے ذخائز علوم کو نفع بخش بنائے۔ اور علماء کے ذریعے اس کے فوائد کو دنیا میں عام کرے۔ اور آخرت میں اہل جنت اس کے ذریعے کلام کریں۔"(۱۴)

لسان العرب کا منہج

ابن منظور نے لسان العرب کو امام جوہری کے منہج ہی پر ترتیب دیا ہے۔ البتہ اس کتاب کی تدوین میں جوہری کی صحاح کے علاوہ ازہری کی تہذیب، ابن سیدہ کی "المحکم"، ابن بری کی " الحواشي" اور ابن اثیر کی "نہایۃ" سے بھی استفادے کیا گیا ہے۔ مؤلف نے ہر کتاب سے استفادہ میں ایک خاص طریقہ اختیار کیا ہے۔ یعنی عام طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ابن منظور نے ان تمام مصادر میں وارد شدہ الفاظ و معانی اور شواہد کو لسان العرب میں بعض ترمیم و اضافہ کے ساتھ ضم کر دیا ہے۔ مثلاً: مؤلف نے "تہذیب" کے مقابلے میں " الصحاح "اور "المحکم" کی نصوص پر زیادہ انحصار کیا ہے۔ اور ان میں سے چند ایک کو ہی حذف کیا ہے جو اپنے موضوعِ محل کے لحاظ سے مناسبت نہیں رکھتی تھیں۔ اسی طرح یہی طریقہ " نہایۃ "اور "الحواشی" سے مواد اخذ کرنے میں بھی اختیار کیا گیا ہے۔ تاہم نہایۃ میں سے محدثین کرام کے نام جبکہ الحواشی میں سے راویوں کے نام حذف کر دیے گئے ہیں۔(۱۵)

لسان العرب حروف تہجی یعنی الف بائی ترتیب میں مدون کی گئی ہے۔ ابواب کی تقسیم آخری حرف پر جبکہ فصول کی ترتیب پہلے حرف پر رکھی گئی ہے۔ مثلاً: اگر کوئی محقق کلمہ "شرب" تلاش کرنا چاہتا ہے تو اسے کتاب الباء اور فصل الشین میں دیکھنا ہو گا۔ اسی طرح کلمہ " خرج" دیکھنا ہو تو اسے کتاب الجیم اور فصل الخاء میں تلاش کرنا ہو گا۔ اسی طرح کلمہ "سمع" تلاش کرنا ہو تو کتاب العین اور فصل السین میں دیکھنا ہو گا۔

ابن منظور نے تمام حروف کو ان کے مادۂ اصلی کے اعتبار سے مرتب کیا ہے۔ مثلا اگر کوئی اجتھد تلاش کرنا چاہتا ہے تو اسے سب سے پہلے حروف زائدہ ہمزہ اور تاء کو الگ کرنا ہو گا پھر جھد کے باب میں دیکھنا ہو گا یعنی کتاب الدال اور فصل الجیم میں تلاش کرنا ہو گا۔

اسی طرح وہ کلمات جن کے آخر میں ہمزہ اصلی آتا ہو اور جو واؤ اور یا میں تبدیل نہیں ہوتے ان کو کتاب الھمزۃ میں درج کیا گیا ہے۔ مثلاً: الردء، الظماء اور الفيئ، اسی طرح السماء اور القضاء جیسے کلمات جو بسبب تعلیل یا ابدال واؤ یا یاء میں تبدیل ہو جاتے ہیں اُنھیں کتاب الواؤ اور کتاب الیاء ہی میں ذکر کیا ہے۔ ابن منظور نے جوہری کے برعکس فصل الہاء کو فصل الواو پر مقدم کیا ہے۔

لسان العرب کے مواد کا تجزیہ

ہم یہاں بطور نمونہ مادہ" شرب" کی مختصراً شرح و تفسیر پیش کر رہے ہیں۔ اگر ہم لفظ شرب کو لسان العرب میں تلاش کرنا چاہیں تو ہمیں کتاب الباء اور فصل الشین میں دیکھنا ہو گا۔

مادہ "شرب"

الشَّرْب: مصدر شَرِبْتُ أَشْرَب شَرْباً و شُرْباً.

ابن سیدہ کے مطابق: شَرِبَ الماءَ وغیرہ شَرْباً و شُرْباً و شِرْباً؛ اسی طرح فرمان باری تعالیٰ ہے: فشارِبون عليه من الحَميمِ فشارِبون شُرْبَ الهِيمِ اس کی تین وجوہات ہیں. سعید بن یحیٰ الأموي کہتا ہے: میں نے ابو جریج کو اس طرح پڑھتے ہوئے سنا ہے: (فشارِبون شَرْبَ الهِيمِ) تو میں نے اس کا ذکر جعفر بن محمد سے کیا، تو اُنھوں نے کہا: یہ آیت اس طرح نہیں ہے بلکہ یہ شُرْبَ الهِيمِ ہے۔ امام فراء نے کہا: تمام قراء نے شین کو پیش (شُرْب) کے ساتھ پڑھا ہے. أَيامِ التَشْرِيق کی حدیث میں مذکور ہے: إنها أَيامُ أَكلٍ وشُربٍ؛ زبر اور پیش کے ساتھ مروی ہے، دونوں ہم معنی ہیں۔ اور زبر دونوں لغات میں کم ہے، اور جس کو اَبو عمرو نے پڑھا ہے:(شَرْب الهِيمِ) جس سے مراد وہ ایام ہیں جن میں روزہ رکھنا جائز نہیں۔ ابو عبیدۃ نے کہا ہے: الشَّرْب، زبر کے ساتھ مصدر ہے، پیش اور زیر کے ساتھ دونوں شربت کے اسم ہیں۔ والتَّشْراب: الشُّرْب؛ البتہ ابو ذوئیب کا قول ہے:

شَرِبنَ بماءِ البحرِ، ثم تَرَفَّعَتْ،
مَتى حَبَشِيَّاتٍ، لَهُنَّ نَئِيجُ

ابو ذوئیب نے اس شعر میں بادلوں کا وصف بیان کیا ہے کہ اُنھوں نے سمندر کا پانی پیا پھر اوپر گئے اور بارش برسائی۔

اس قول (بماء البحر) میں الباء زائد ہے جو اصل میں: شَرِبنَ ماء البحر ہے، ابن جنی کہتا ہے: هذا هو الظاهر من الحالِ، والعُدُولُ عنه تَعَسُّفٌ؛ قال: اور بعض علمائے لغت کے نزدیک: شَرِبنَ مِن ماء البحر، الباء کی جگہ النون ہے، قال: وعندي أَنه لما كان شَرِبنَ في معنى رَوِينَ، وكان رَوِينَ مما يتعدَّى بالباءِ، عَدَّى شَرِبنَ بالباءِ، ومثله كثير؛ منه ما مَضَى، ومنه ما سيأْتي، فلا تَسْتَوْحِش منه.

الشِّرْبةُ اسم ہے عن اللحياني؛ اور کہا جاتا ہے: الشَّرْب مصدر ہے، والشِّرْب اسم ہے۔

والشَّرْبةُ من الماءِ: ما يُشْرَب مَرَّةً. والشَّرْبةُ أَيضاً: المرةُ الواحدة من الشُّرْبِ.

والشِّرْب: الحَظُّ من الماءِ، بالكسر. وفي المثل: آخِرُها أَقَلُّها شِرْباً؛ وأَصلُهُ في سَقْيِ الإِبل، لأَنَّ آخِرَها يرد، وقد نُزِف

الحوْض، وقيل: الشِّرْب هو وقتُ الشُّرْبِ. اَبوزید نے کہا: الشِّرْب الـمَوْرِد، وجمعه أَشْراب. قال: والـمَشْرَب الماء نَفسُ

الاسم. والشِّرْبُ: الماء، والجمع أَشراب.

والشَّراب: ما شُرِب من أَيّ نوْعٍ كان، وعلى أَيّ حال كان. اورابوحنیفہ نے کہا: الشَّراب، والشَّرُوب، والشَّرِيب واحد، يَرْفَع ذلک إِلى أَبي زيد.

ورَجلٌ شارِبٌ، وشَرُوبٌ وشَرّابٌ وشِرِّيبٌ: مُولَع بالشَّرابِ،

كخِمِّيرٍ. التهذيب: الشَّرِيب الـمُولَع بالشَّراب؛ والشَّرّابُ: الكثيرُ

الشُّرْبِ؛ ورجل شَروب: شديدُ الشُّرْب. حدیث شریف میں مذکور ہے: مَن شَرِب الخَمْرَ في الدنيا، لم يَشْرَبها في الآخرة؛ ابن الأثیر فرماتے ہیں: هذا من باب التَّعْلِيقِ في البيان؛ أَراد: أَنه لم يَدْخُلِ الجنَّةَ، لأَنَّ الجنةَ شراب أَهلِها الخمْرُ، فإِذا لم يَشْرَبْها في الآخرة، لم يَكن قد دَخَلَ الجنةَ. والشَّرْب والشُّرُوب: القَوم يَشْرَبُون، ويجتَمِعون على الشَّراب؛ ابن سیدہ نے کہا: فأَما الشَّرْب، فاسم لجمع شارِب، كرَكْبٍ ورَجْلٍ؛ وقيل: هو جمع. وأَما الشُّروب، عندي، فجمع شارِب، كشاهِدٍ وشُهودٍ، وجعله ابن الأَعرابي جمع شَرْبٍ؛ قال: وهو خطأٌ، قال: وهذا مـمَّا يَضِـيقُ عنه عِلْمُه لجهله بالنحو؛ اعشی کا شعر ہے:

هو الواهِبُ الـمُسمِعاتِ الشُّرُوب
بَين الـحَـريرِ وبَينَ الكَتَنْ

جیسا کہ ثعلب نے فرمایا:

يَحسَبُ أَطْمَاري عَليَّ جُلُبا،
مِثلَ الـمَنادِيلِ، تُعاطَى الأَشرُبا

اعشی کے بقول شَرْبٍ کی جمع یہ ہوگی:

لها أَرَجٌ، في البَيتِ، عالٍ، كأَنما
أَلَمَّ بِهِ، مِن تَجْرِ دارِينَ، أَرْكُبُ

فأَرْكُبُ: جمع رَكْبٍ، ويكون جمع شَارِبٍ وراكِبٍ، وكلاهما نادر، لأَنَّ سيبويه لم يذكر أَن فاعلاً قد يُكَسَّر على أَفْعُلٍ.

وفي حديث علي وحمزة، رضي الله عنهما: (وهو في هذا البيت في شَرْبٍ من الأَنصار؛ الشَّرْب، بفتح الشين وسكون الراء: الجماعة يَشْرَبُونَ الخمْر). التهذيب، ابن السكيت: الشِّرْب: الماءُ بعَينِهِ يُشْرَبُ. والشِّرْب: النَّصِيبُ من الماء. (١٦)

لسان العرب کے محاسن و نقائص

عربی معاجم کی تاریخ میں لسان العرب کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ ابن منظور نے اپنی انتھک کوششوں، محنت و لگن، مطالعہ کتب بینی اور غیر معمولی حافظہ کی بنیاد پر اس شاہکار ڈکشنری کو ترتیب دیا۔ جس پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔ مختصراً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ ہمارے اسلاف کی علم و کتاب دوستی کا بین ثبوت ہے جنہوں نے دن رات ایک کر کے یہ علمی شہ پارے تخلیق کیے۔ ذیل میں ہم چند محاسن کا تذکرہ کر رہے ہیں:

محاسن

۱- ابن منظور نے لسان العرب میں الجوھری کی طرح قافیہ کے نظام کی پابندی کی ہے جو تقلیبات کے نظام کے مقابلے میں سادہ اور آسان ہے۔

۲- ضخامت اور شرح و تفسیر الفاظ کے اعتبار سے لسان العرب کا مرتبہ سب سے بلند و برتر ہے۔ مؤلف نے اس میں لغوی، دینی اور ادبی ذخیرہ الفاظ کو جمع کیا ہے۔

۳- قرآن و حدیث، عربی اشعار و تراکیب، امثال و محاورات اور اقوال ماثورہ کے دلائل سے آراستہ ہے۔ نیز مترادف و نوادر کلمات کی بھی وضاحت کی گئی ہے۔

۴- مواد کو حسن ترتیب و تدوین سے پیش کی گیا ہے۔ ابواب اور فصول کی ترتیب و تنظیم مناسب و مربوط ہے۔

۵- اہم خاصہ یہ ہے کہ مؤلف نے اشعار کے قائلین کا بھی ذکر کیا ہے جس کی وجہ سے یہ ایک اہم ماخذ کی صورت اختیار کر گئی ہے۔

۶- عربی لہجات اور بالخصوص عربی الفاظ کے تلفظ و قراءات (پڑھنے) کے حوالے سے دلچسپ و مفید رہنمائی پیش کی گئی ہے۔

۷- عربی قواعد: صرف و نحو کے اصول اور ان کی بحث وافر مقدار میں موجود ہیں۔

نقائص

۱- مختلف معاجم سے مواد نقل کرنے کی وجہ سے بعض جگہوں پر الفاظ کی شرح و تفسیر میں تکرار پائی جاتی ہے۔

۲- معانی کی شرح و تفسیر کے سلسلے میں چند معاجم کے علاوہ سابقہ معاجم سے استفادہ نہیں کیا گیا۔

۳- کتاب العین، والجمھرۃ، والبارع ودیگر بنیادی مصادر میں منقول صیغوں و دلائل کو ذکر نہیں کیا گیا۔

۴- بعض جگہ اشعار کے قائلین یا اشعار کے پہلے یا دوسرے مصرعہ میں نسیان ہوا ہے۔

۵- بعض جگہ قواعد و طباعت کی غلطیاں بھی سرزد ہوئی ہیں۔

تاہم اس قسم کی اغلاط کا وقوع ہونا کوئی انوکھی بات نہیں۔ نسیان بشری نقص ہے جس سے بچاؤ ممکن نہیں۔

بہر حال بعد میں آنے والے علمائے کرام نے ان اغلاط کی تصحیح کی ہے جن میں سے چند نمایاں نام مندرجہ ذیل ہیں۔

۱- **تحقیقات و تنبیهات في معجم لسان العرب، عبدالسلام محمد هارون، مطبوع: ۱۹۸۷ء، دار الجیل، بیروت**

۲- **تصحیح لسان العرب، احمد تیمور، مطبوع ۱۹۱۵ء، بیروت**

۳- **مقالة "لسان العرب"، الشیخ ابراهیم الیازجي، مجلة الضیاء، مطبوع: ۱۹۰۳-۱۹۰٤**

۴- **تصحیحات لسان العرب، عبدالستار أحمد فراج، ناشر: مجلة مجمع اللغة العربیة في القاهرة، ۱۹٦۰م**

۵- **أمثلة من الأغلاط الواقعة في لسان العرب، توفیق داؤد قربان، ناشر: مجلة المجمع العلمي العربي بدمشق، ۱۹٦٤م**

٦- **لغة العرب، عبدالعزیز المیمني، مجلة شهریة ادبیة علمیة تاریخیة، ناشر: مرکز الملک الفیصل، الریاض، مئی ۱۹۳۰م**

۷- **الدکتورة حکمت کشلي فواز في لسان العرب لإبن منظور، دراسة تحلیل و نقد، ناشر: دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان**

خلاصہ بحث

۱- عربی سامی زبان ہے۔ قرآن کی زبان کا شرف حاصل ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے تا قیامت تک محفوظ کر دیا ہے۔

۲- بدلتے زمانے اور جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کی صلاحیت اس میں بقدر اتم موجود ہے۔

۳- لغت نویسی کی تاریخ میں عربی وہ واحد زبان ہے جس کی لغت ابتداء میں مخارج کے لحاظ سے ترتیب دی گئی۔ یہ طریقہ عربی زبان ہی کا خاصہ ہے۔

۴- عربی لغت نگاری کی تدوین میں لسان العرب کے مصنف کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ یہ کتاب عربی لغت نویسی کے بنیادی مصادر میں سے ہے۔

۵- ابن منظور نے عربی لغت نویسی کو ایک نئے مربوط و منظم اسلوب وڈھنگ سے روشناس کروایا۔ جس نے لغت نگاری کو فروغ دیا۔

٦- اُردو عربی ثقافت کے فروغ کے لیے عربی علوم کا اُردو میں منتقل کرنا وقت کی اشد ضرورت ہے۔

۷- عربی زبان وادب کی تفہیم کے لیے عربی لغت نگاری کی تاریخ وارتقاء کا موضوع انتہائی اہم ہے تاہم اُردو ادب اس گراں قدر علمی سرمایہ سے ابھی تک محروم ہے۔
جامعات کی سطح پر تحقیقی مقالہ جات، تصنیف و تالیف پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

حوالہ جات

۱۔ پانینی: دنیا کا پہلا معلوم عالم لسانیات، دنیا کی قدیم ترین سنسکرت کی قواعد کی کتاب کا مصنف، پیدائش چوتھی صدی قبل مسیح
۲۔ ڈاکٹر احسان الحق، پروفیسر، اُردو عربی کے لسانی رشتے، ادارہ قرطاس، کراچی یونیورسٹی، دسمبر ۲۰۰۵ء، باراول، ص ۱۵
۳۔ عبد اللطیف الصوفی، ڈاکٹر، اللغة ومعاجمها في المكتبة العربية، دار للدراسات والترجمة والنشر، دمشق، ۱۹۸۶ م، ص ۳۹
۴۔ ایضاً، ص ۸۵-۸۶
۵۔ ایضاً، ص ۱۲۵-۱۵۲
۶۔ ایضاً، ص ۱۵۸-۱۷۰
۷۔ اللغة ومعاجمها في المكتبة، ص: ۲۳۱-۲۶۱
۸۔ العسقلاني، شهاب الدين أحمد بن حجر، الدرر الكامنة في أعيان المائة الثامنة، العسقلاني دار النشر مجلس دائرة المعارف العثمانية حيدرآباد / الهند، ۱۹۷۲ء، ج ۲، ص ۱۰۷
۹۔ الدرر الکامنہ، ج ۴، ص ۲۶۲۔ ۲۶۳
۱۰۔ العسقلاني، ایضا، ج ۵، ص ۳۲
۱۱۔ احمد حسن زیات، تاریخ ادب عربی، مترجم: محمد نعیم صدیقی، ناشر: شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، اُردو بازار، لاہور
۱۲۔ مقدمہ لسان العرب: ابن منظور، ص، خ، د۔
۱۳۔ ایضاً، ج ۱، ص ۸
۱۴۔ ایضاً، ج ۱
۱۵۔ حسین نصار، الدکتور، المعجم العربي نشأته و تطوره، مصر، ۱۴۰۸ ھ - ۱۹۸۸ء، ج ۱، ص ۴۵۰-۴۵۷
۱۶۔ ابن منظور، والفضل جمال الدين محمد بن مكرم الافريقي المصري الانصاري، لسان العرب، دار صادر-بيروت، طبع ثالث ۱۴۱۴ھ، ج ۱، ص ۴۸۷-۴۸۹